انقلاب کی طرف بڑھتے قدم!

سمجھ نہیں آتا کس کی بات کا اعتبار کیا جائے اور کس کی بات کو سن کر ان سنی کر دیا جائے عوام سے لے کر حکمران تک ہر طبقہ کے اپنے الگ مسائل ہیں، حکمرانوں کے پاس عوام کے مسائل حل کرنے کی فرصت نہیں، عوام کے پاس حکمرانوں تک اپنی فریاد پہنچانے کا کوئی ذریعہ نہیں۔ عوام کے بنیادی مسائل ہیں ختم ہونے کا نام نہیں لیتے اور پھر کوئی ایک آدھ مسئلہ ہو تو حل بھی ہو، جس ملک میں مسائل برسات کی مانند برستے ہوں یقیناً اس ملک کے مستقبل کو نہ تو خوش آئندہ کہا جا سکتا ہے اور نہ ہی حوصلہ افزا۔

سوال یہ ہے کہ یہ سب مسائل اپنی جگہ آخر ان سب مسائل کا حل کس کے پاس ہے؟ اگر حکمرانوں کو ان مسائل کا ادراک ہوتا تو کم سے کم یہ مسائل اس نہج پر نہ پہنچتے، عوام کی حالت یہ ہے کہ آٹے اور چینی کے لیے لائن میں لگ کر نہ صرف لاٹھیاں کھاتے نظر آتے ہیں بلکہ اب جان کی قربانی دینا بھی کوئی معیوب بات نہیں رہی۔ قابل افسوس امر یہ ہے کہ یہ حالت اس ملک کے عوام کی ہے جو ملک زراعت کے حوالے سے مالا مال سمجھا جاتا ہے۔ لیکن آج اسی ملک کی مائیں بہنیں اور معمر افراد لائن میں لگ کر دھکے کھاتے نظر آتے ہیں، تعجب اس امر پر ہے کے ہر طبقہ کے پاس ہر مسئلہ پر دلائل پہلے سے موجود ہوتے ہیں۔ حکمرانوں کا شکوہ یہ ہے کہ یہ سب مسائل ان لوگوں کے پیدا کردہ ہیں جو ان کو برسرِ اقتدار دیکھنا نہیں چاہتے، عوام کا شکوہ یہ ہے کہ ان کا شکوہ سننے والا کوئی نہیں، وہ لوگ جو عوامی نمائندے سمجھے جاتے ہیں جو انتخابات سے پہلے تک ایک عام آدمی کی حیثیت سے جانے اور پہچانے جاتے ہیں ایوانِ اقتدار تک پہنچ کر ایسے غائب ہوتے ہیں کہ ان سے ملنا اور ان تک اپنی بات پہنچانا ایک عام آدمی کے بس کی بات نہیں رہتی اور بالفرض محال ان عوامی نمائندوں تک بات پہنچ بھی جائے تو یہ کہہ کر اپنی جان چھڑا لی جاتی ہے کہ اس معاملے میں ہم کچھ نہیں کر سکتے تو پھر عوام کہاں جائیں، یہ تعجب کی بات نہیں کہ اس ملک سب سے بڑے منصب پر فائز شخص مہنگائی کی روک تھام کے بجائے یہ کہہ کر اپنی جان بخشی کر لیتا ہے کہ یہ کام میرا نہیں، جب انصاف دلانے والے ہی انصاف فراہم کرنے پر قدرت نہ رکھتے ہوں تو پھر عوام کے پاس سوائے شکووں، آہ زاریوں کے اور کیا رہ جاتا ہے؟

فی الوقت عوام کا سب سے بڑا مسئلہ آٹے، پانی، بجلی اور گیس کا ہے، پچھلی حکومتوں کے ادوار میں بھی یہ مسائل موجود تھے، آنے والی ہر حکومت نے ان مسائل کو اپنے ایجنڈوں میں سرفہرست رکھا لیکن ان مسائل کے حل کے لیے کوئی بھی حکومت خاطر خواہ عملدرآمد نہ کر سکی، یہاں تک کے گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ ان مسائل میں بھی شدت آتی چلی گئی اور یہ مسائل اس نہج پر پہنچ گئے کہ لوگ ان بنیادی اشیاء کے حصول کی خاطر اپنی جان کے جوکھم پر ڈالنے پر مجبور ہو گئے، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ معاشرہ کے افراد میں سے برداشت ختم ہوتی چلی گئی، آج معاشرہ کے ہر فرد پریشان ہے، ذرا سی معمولی بات پر لڑنا جھگڑنا معمول بن چکا ہے، دوسرا نقصان یہ ہوا کہ معاشرہ کے اندر غربت میں اضافہ ہوا جس کی وجہ سے بیروزگاری بڑھی، مہنگائی میں اضافہ ہوا اور وہ طبقہ جو یومیہ اجرت کے سہارے اپنا اور اپنی اولاد کا پیٹ پالتا تھا اس کے لیے اپنے بال بچوں کا پیٹ بھرنا مشکل ہو گیا جس کے نتیجے میں معاشرہ کے اندر لوٹ مار بڑھی۔ بات اگر یہاں پر پہنچ کر ختم ہو جاتی تو اچھا تھا لیکن بات یہاں پر پہنچ کر ختم نہیں ہوئی بلکہ بات یہاں سے شروع ہوتی ہے۔

وہ بات اس معاشرہ کے ہر فرد کے لیے لمحۂ فکریہ بھی ہے اور قابل غور بھی، گزشتہ روز ایک مخیّر شخص کی جانب سے تقسیم کیے جانے والے آٹے کی تقسیم کے دوران بھگدڑ مچنے سے قیمتی جانوں کا ضیاع ہوا، اور 19 خواتین جاں بحق ہو گئیں جن میں تین بچے بھی شامل ہیں، جو بھگدڑ کی زد میں آ کر اپنی قیمتی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ اس واقعہ کا ذمہ دار کون ہے؟ وہ مخیّر شخص جو ثواب کی نیت سے پچھلے دس یا پندرہ برسوں سے یہ فریضہ سرانجام دے رہا تھا، یا پھر وہ عوام جو مہنگائی، غربت اور بیروزگاری کے باعث

اتنی بے بس ہو چکی ہے کہ اس کے پاس اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں رہ جاتا کہ وہ اپنی بنیادی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے بھی اپنی اور اپنی اولاد کی جانوں کو خطرے میں ڈالے۔

یہ افسوسناک واقعہ ایک سبق ہے ہمارے حکمرانوں کے لیے جو ایوان اقتدار میں بیٹھ کر نجانے ایسی کون سی عینک لگا لیتے ہیں جس کو پہننے کے بعد ان حکمرانوں کو ملک میں بڑھتی ہوئی مہنگائی، بیروزگاری نظر نہیں آتی، جنہیں یہ علم نہیں ہوتا کہ ان کی رعایا کس حال میں ہے، یہ تو بھلا ہو اس میڈیا کا جس کی بدولت اس طرح کے کچھ واقعات پر سے پردہ اٹھ جاتا ہے ورنہ آپ جا کر آج بھی حکومت کے کسی فرد سے پوچھ لیجئے بشرطِ دستیابی، وہ آپ کو یہی کہے گا کہ اس ملک میں آج بھی کوئی مسئلہ نہیں، ظاہر ہے کہ ملک کی اٹھارہ کروڑ عوام میں سے اگر 19 لوگ اپنی جان سے ہاتھ دھو بھی بیٹھتے ہیں تو کوئی مسئلہ نہیں، اس لیے کہ مسائل ہر جگہ ہیں خواہ وہ امریکہ ہو یا پاکستان، اس وقت حکمرانوں کی توجہ صرف اس پر مرکوز ہے کہ کسی طرح کھینچ تان کر پانچ سال پورے کیے جاسکیں، عوام کے مسائل سننے اور ان مسائل سے نمٹنے لیے ان حکمرانوں کے پاس نہ تو وقت ہے اور نہ ہی کوئی منصوبہ، رہی بات اس عوام کی تو عوام ہی تو ہیں بہل جائیں گے اور آہستہ آہستہ صبر بھی آجائے گا۔

لیکن یہ بات یہاں پر پہنچ کر بھی ختم نہیں ہوتی اس لیے حکمران نہ سہی عوام ہی سہی ان کے لیے بھی اس واقعہ میں ایک سبق پوشیدہ ہے اور وہ سبق یہ ہے کہ عوام کے جس ووٹ کے ذریعے یہ حکمران برسرِ اقتدار آتے ہیں ہمیں اس ووٹ کی طاقت کو سمجھنا ہوگا، ہمیں وقتی فوائد کو نظر انداز کر کے اس ملک کی بہتری کے لیے، اپنے لیے، اپنے جیسے اور دیگر افراد کے لیے اس ووٹ کے ذریعے ان لوگوں کو آگے لے کر آنا ہوگا جن کا اٹھنا بیٹھنا اور جینا مرنا عوام کے ساتھ ہو جو اپنے وزیر یا مشیر کے کہنے پر ''سب اچھا ہے'' کو اس وقت تک سچ تسلیم نہ کریں جب تک وہ خود اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں اگر ہم نے آج بھی ایسا نہیں کیا اور اپنی اسی روش کے برقرار رکھا تو پھر ایک ہی راستہ رہ جائے گا جہاں پہنچ کر بات یقیناً ختم ہو جائے گی اور وہ راستہ مجھے انقلاب کی صورت میں ہماری طرف بڑھتا دکھائی دے رہا ہے جہاں حق مانگا نہیں جاتا بلکہ چھین لیا جاتا ہے یہاں پر آکر واقعی بات ختم ہو جاتی ہے!!!